مولانا امیر جان حقانی
ایڈیٹر ''نصرۃ الاسلام'' گلگت

حضرت شیخ کا سفر گلگت وبلتستان

ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پر اب تک بہت کچھ لکھا جاچکا ہے اور مزید لکھا جائے گا۔ان کی شخصیت کے سینکڑوں پہلوؤں ہیں مگر سب سے اہم اور بڑا پہلو اگر ایک جملے میں بیان کیا جائے تو یہ ہے کہ ''حب الوطنی ان کے ایمان کا حصہ تھا۔ پاکستان کے خلاف ہر اندرونی اور بیرونی سازش کا انہوں نے ساری زندگی ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

جہاد کے شیدائی

عالم اسلام کے حوالے سے وہ امریکہ کی یاری اور یلغاری، دونوں ادوار کے دوران اہل حق اور اہل اسلام کے ساتھ کھڑے رہے اور جہاد فی سبیل اللہ کے شیدائی رہے اور مشکل کے اس دور میں جہاد فی سبیل اللہ کی حقانیت اور دعوت کی بہت مضبوط دلیل کے طور پر متعارف ہوئے''۔اسلام اور وطن کی آزادی کے لیے لڑنے والے مجاہدین اسلام کے راہنما کے طور پر پوری آب وتاب کے ساتھ وہ برسوں زندہ وتابندہ رہے۔ جہاد کشمیر اور افغانستان کے صف اول کے سرپرستوں میں آپ سرفہرست رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب سچے معنوں میں ایک مجاہد تھے اور اس سے بھی بڑھ کر ایک کامل استاد تھے۔ڈاکٹر صاحب قیام پاکستان سے سترہ سال پہلے پیدا ہوئے تھے اور انہوں نے پاکستان بننے سے پہلے پاکستان زندہ باد کے نعرے لگائے تھے۔اور تحریک پاکستان میں شامل رہے تھے۔وہ ایک سچے پاکستانی ہونے کے ساتھ ایک کامل صوفی اور کامیاب شیخ الحدیث اور نامور محقق تھے۔

محنت ان کا شعار تھا

محنت ان کا شعار تھا۔جس محنت سے انہوں نے مدینہ یونیورسٹی سے حسن بصریؒ کے تفسیری روایات میں پی ایچ ڈی کر کے عالم عربی واسلامی میں نام کمایا تھا اسی محنت سے تعلیم وتدریس اور تبلیغ وجہاد میں بغیر میڈیائی تشہیر کے علمی وعملی دنیا میں اپنا لوہا منوایا اور عنداللہ وعندالناس مقبول ومعروف ہوئے۔ن کی محنت اور اخلاص دنیا اور آخرت دونوں میں کام آگئی۔اوران کی علمی کتابیں بہت دیر تک اہل علم کو مستفیض کرتی رہیں گی......

ع   ایں سعادت بزور بازو نیست

ضعیف العمری میں پر مشقت سفر

18، 19 مئی 2011ء کو ڈاکٹر صاحب نے گلگت کا دو روزہ دورہ کیا۔ان کا یہ دورہ بھی خالصتاً دینی و مذہبی

تھا۔ دنیاوی کوئی اغراض و مقاصد شامل ہی نہیں تھے۔ جامعہ نصرۃ الاسلام کے رئیس قاضی نثار احمد نے انہیں جامعہ میں تقریبِ ختم بخاری میں بخاری شریف کا آخری حدیث کا درس دینے کے لیے مدعو کیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس دعوتِ خیر کو بلا چوں و چراں قبول کیا اور اس ضعیف العمری میں گلگت تشریف لائے۔

شایانِ شان استقبال

واقفان حال جانتے ہیں کہ گلگت میں ان کا ایک شاندار استقبال ہوا تھا۔ اگرچہ ڈاکٹر صاحب استقبال کے قطعاً متمنی نہیں تھے۔ ان کی گلگت آمد اور جامع مسجد گلگت میں نماز جمعہ اور جامعہ نصرۃ الاسلام میں تقریب کے لیے جو اشتہارات اور بینرز تیار کیے گئے تھے وہ میرے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے۔ قاضی صاحب کی خصوصی ڈیمانڈ پر یہ تمام بینرز اور پینا فلیکس میں نے لکھ کر ڈیزائن بھی کروائے تھے۔ مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب کی گلگت آمد کا سن کر پورے گلگت بلتستان سے جید علماء کا ایک جم غفیر جامعہ نصرۃ الاسلام میں جمع ہوا تھا۔ گلگت بلتستان کے علماء کی ایک بڑی تعداد ڈاکٹر صاحب کے تلامذہ میں شامل ہیں۔ ضلع دیامر کے سب سے ذہین اور معمر عالم دین شیخ الحدیث مولانا عبدالقدوس صاحب نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ آج سے چالیس سال پہلے ڈاکٹر صاحب کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے جامعہ نصرۃ الاسلام کے مرکزی لان میں ایک اجتماع عام سے تفصیلی خطاب کیا۔ ہزاروں لوگ ان کا خطاب انتہائی انہماک سے سن رہے تھے۔

یادگار ملاقاتیں

مجھ ناچیز کو ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحبؒ سے دو دفعہ ملنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ 2006ء کو پہلی بار برادرم محمود الحسن کی معیت میں نوشہرہ میں ان کے گھر جا کر زیارت کی جب ان کے دل کا اپریشن ہوا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے میرے لیے ہاتھ اٹھا کر دعا کی تھی۔ دیر تک ان کی نصیحتیں سنتا رہا۔ دوسری دفعہ جب ڈاکٹر صاحب گلگت تشریف لائے تو ان کے پاؤں دبانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ قاضی نثار احمد صاحب بنفس نفیس ڈاکٹر صاحب کی خدمت کے لیے کھڑے تھے۔ ان کی ہی درخواست پر ڈاکٹر صاحب پہلی دفعہ گلگت تشریف لائے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے عربی زبان میں جامعہ نصرۃ الاسلام کے لیے ایک تصدیقی سرٹیفکیٹ بھی لکھا اور جامعہ کے نظم وضبط اور دینی و رفاہی کوششوں کی بھرپور تحسین کی۔ لیٹر پیڈ پر مرقوم شدہ یہ سرٹیفکیٹ آج بھی میرے پاس محفوظ ہے۔ ان کی عربی دانی پر رشک ہی کیا جاسکتا ہے۔ ان کا عربی میں تحریر کردہ پی ایچ ڈی کا مقالہ علمی دنیا میں اپنا لوہا منوا چکا ہے۔ 30 اکتوبر 2015ء بروز جمعہ کو ان کا انتقال ہوا۔ حدیث میں آتا ہے کہ جمعہ کے دن کی موت عذاب قبر سے بھی حفاظت ہے اور سوال قبر سے بھی۔ یہ بھی روایات میں آتا ہے کہ جمعۃ المبارک کو جہنم میں آگ نہیں بھڑکائی جاتی۔ یہ سعادت بھی ڈاکٹر صاحب کو نصیب ہوئی، زہے قسمت۔ میں ایم فل (M.Phil) کے ٹیسٹ وانٹرویو کیلئے اسلام آباد آیا ہوا تھا۔

نمازِ جنازہ میں شرکت

دل چاہ رہا تھا کہ حضرت کی جنازے میں شرکت کی کوئی ترتیب نکل آئے، بروز ہفتہ نماز فجر کے وقت قاضی صاحب نے فون کیا کہ میں ڈاکٹر صاحب کی جنازے کیلئے پہلی فلائٹ سے اسلام آباد آرہا ہوں۔آپ تیار رہیں ساتھ چلیں گئے۔ یوں ہم بروقت نماز جنازہ میں شامل ہوئے۔ان کی نماز جنازہ میں کم از کم دس لاکھ لوگوں نے شرکت کی۔ شاید پاکستان کی سرزمین نے اس سے پہلے اتنا بڑا جنازہ نہ دیکھا ہوا۔ جہانگیرہ سے لیکر نوشہرہ تک جی ٹی روڈ پانچ گھنٹے مسلسل بند رہا۔نماز جنازے کے بعد ایک دیوار پر چڑھ کر چاروں طرف نظریں دوڑائیں تو حیرت کی انتہاء ہوئی کہ چاروں طرف تا حدنگاہ انسانوں کا ہجوم ہی ہجوم تھا۔شاید جنازہ گاہ چاروں طرف سے پانچ میل سے زیادہ اراضی پر پھیلا ہوا تھا۔مولانا سمیع الحق کے بقول جنرل ضیاء الحقؒ کے جنازے سے ڈاکٹر صاحب کا جنازہ بڑا تھا۔

مولانا سمیع الحق سے تعزیت

مفتی سیف الدین بھی ہمارے ساتھ تھے۔ ان کے اصرار پر قاضی صاحب نے دارالعلوم حقانیہ کے سربراہ مولانا سمیع الحق اور دیگر اساتذہ سے ان کی آفس میں ملاقات کی اور تعزیت کی۔ ہر ایک مولانا سمیع الحق سے تعزیت کیے جا رہا تھا ہم نے بھی تعزیت کی۔ میں نے اپنا تعارف کروایا تو مولانا سمیع الحق صاحب بے حد خوش ہوئے اور انکی شخصیت پر لکھے ہوئے مضمون کی تعریف کی اور کہا کہ ”آپ نے جامع و مانع لکھا ہے۔اللہ جزائے خیر دے“۔اپنی کتاب مشاہیر کے خطوط کے دو جلدیں تحفے میں عنایت کیے اور بقیہ حصے دینے کا وعدہ کیا۔اور اپنی نئی کتاب مشاہیر کے خطبات کی مکمل سیٹ قاضی صاحب کو بطور تحفہ عنایت کیا اور تمام مہمانوں کو پرتکلف کھانا بھی کھلایا۔افغانستان سے ہزاروں علماء اور مجاہدین نے ڈاکٹر صاحب کی جنازے میں شرکت کی تھی۔کئی نامی گرامی مجاہدین مولانا سمیع الحق صاحب کی دفتر میں نظر آئے۔

بہر صورت میں نے اپنی تحریر کو طول نہیں دینا۔ یہ ریکارڈ پر ہے کہ جب ڈاکٹر صاحبؒ گلگت آئے تھے تو گلگت بلتستان کے اخبارات نے ڈاکٹر صاحب کے خطبہ کو شہ سرخیوں میں شائع کیا تھا۔گلگت کے اہل سنت عوام نے ان کے راہ میں محبت وعقیدت کے پھول نچھاور کیے تھے۔آج بھی ان کے علمی خطبوں کے زمزمے محسوس کیے جارہے ہیں۔ اپنے عہد کے ایک عظیم انسان وہاں چلے گئے جہاں ہم سب نے جانا ہے۔ 2015ء کا سال افغان مجاہدین کے لیے انتہائی مشکل سال ثابت ہوا ہے۔ ملا عمرؒ اور جنرل حمید گل کے بعد افغان مجاہدین کے لیے ڈاکٹر صاحب کی وفات حسرت آیات سب سے تکلیف دہ بات ہوگی۔ کیونکہ وہ ایک بے لوث سرپرست سے محروم ہوئے۔اللہ ان کو علیین میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور ان کی طفیل ہم سب کی مغفرت کرے۔بے شک ڈاکٹر صاحبؒ کے پاس دنیاوی کروفر نہیں تھا مگر ان کا ایمان مضبوط تھا۔اور ان کا روحانی فیض پورے عالم اسلام کو پھیلا ہوا ہے۔ ان کی تلامذہ کی تعداد لاکھوں میں ہے جو ان کے فیض کو چہار دانگ عالم پھیلانے میں مصروف ہیں۔رب مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔

درسی افادات وملفوظات

ہیں اور بھی دنیا میں سخن ور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور